OPEN ACCESS
Tadabbur-e-Uloom-e-Islamia Research Journal (TUIRJ)
www.tadabburjournal.com
Peer Reviewed Journal
ISSN (print):
ISSN (online):

Tadabbur-e-Uloom-e-Islamia (TUIRJ)
Volume:2, Issue1: June 2021

کاغذی زر کا اجراء اور اس کی مقررہ حد کا تعین اسلام کی روشنی میں

Issuance of Paper Money and its Fixed Limit in the Light of Islam

Muhammad madni
Email:muhammadmadni446@gmail.com
Lecturer: Post Graduate college Bahawalpur

Published: 28-06-2021
Accepted: 15-05-2021
Received: 20-4-2021

Abstract:

From time immemorial, different countries have set up specific pieces of gold and silver for buying and selling. The prices of goods and services were determined by them. They could also be stored when needed.

The need for paper money arose due to various difficulties faced by the gold and silver mineral monetary system, and this paper money system gradually evolved into the shape we have today.

Because the existing paper notes have gone through various stages and reached here as pointed out in the previous stages, now these paper notes have the status of legal currency, no one can refuse to accept them nor Can turn them into gold and silver,

In view of this situation, it was felt that there should be a special authority to issue notes and determine the quantity of notes as required. There are disadvantages in issuing currency by different institutions or people, and issuance of different currencies in the same country creates different risks. The idea of issuing the same type of paper money became so common that only one central bank in a country issued a single currency that was in circulation throughout the country, and it is clear that in each country a bank was selected for the task. Its financial volume is higher than that of other commercial banks-

Key Words: commercial banks, obligations, history, immemorial, disadvantages ،Islamic.

تمہید

ہمیشہ سے یہ مختلف ممالک نے سونے اور چاندی کے مخصوص ٹکڑوں کو خرید و فروخت کے لیے مقرر کیا، اشیاء اور خدمات کی قیمتوں کا تعین ان ہی سے ہوتا، بوقت ضرورت ان کو ذخیرہ بھی کیا جا سکتا تھا،

سونے چاندی کے معدنی نظام زر کو پیش آنے والی مختلف مشکلات کے باعث کاغذی کرنسی کی ضرورت پیش آئی، اور یہ کاغذی کرنسی کا نظام تدریجاً ترقی کرتا ہوا اس شکل کو پہنچا جو آج ہمارے سامنے ہے۔

کیونکہ موجودہ کاغذی نوٹ مختلف مراحل سے گزر کر یہاں تک پہنچے ہیں جیسا کہ پیچھے ان مراحل کی طرف اشارہ ہو چکا، اب تو یہی کاغذی نوٹ ہی قانونی کرنسی کا درجہ رکھتے ہیں، کوئی شخص ان کے قبول کرنے سے انکار نہیں کر سکتا اور نہ ہی ان کو سونے اور چاندی کی شکل میں تبدیل کروا سکتے ہیں،

اس صورتحال کے پیش نظر یہ ضرورت محسوس ہوئی کہ ایک مخصوص بااختیار ادارہ ہونا چاہیے کہ وہی صرف نوٹ جاری کر سکے اور حسب ضرورت نوٹوں کی مقدار کا تعین بھی کرے، مزید وضاحت اس کی یہ ہے کہ جب مختلف حکومتوں نے یہ دیکھا کہ ایک ہی ملک میں مختلف اداروں یا لوگوں کی طرف سے کرنسی جاری کرنے میں نقصانات ہیں، اور ایک ہی ملک میں مختلف کرنسیوں کے جاری ہونے سے مختلف خطرات پیدا ہو جاتے ہیں، نیز یہ کہ ملکی کرنسی کی داخلی اور خارجی قیمت کا استحکام ضروری ہے، تو ایک ہی قسم کا کاغذی زر جاری کرنے کا نظریہ عام ہوا تا کہ ایک ملک میں صرف ایک مرکزی بینک ہی ایک ہی کرنسی جاری کرے جو پورے ملک میں رائج ہو، اور یہ ظاہر ہے کہ ہر ملک میں اس کام کے لیے ایسے بینک کو منتخب کیا جس کا مالی حجم دوسرے تجارتی بینکوں کی نسبت سب سے زیادہ ہو۔ نیز حکومت کے مختلف مالی معاملات زیادہ تر اس کے ساتھ مربوط ہوں، لہذا دنیا کے اکثر ممالک میں کاغذی نوٹ جاری کرنے کا اختیار صرف ایک ہی ادارے کو دیا گیا جو ریاست کی راھنمائی اور نگرانی میں کام کرتا ہے جسے مرکزی بینک، اسٹیٹ بینک، مؤسسۃ النقد وغیرہ کہا جاتا ہے۔

ا۔ مرکزی بینک کی حقیقت وماہیت

مرکزی بینک سے مراد وہ ادارہ ہوتا ہے کہ کاغذی نوٹ جاری کرنا اس کی ذمہ داری ہوتی ہے اور مختلف اختیارات کی بنا پر بینکاری نظام کی بنیادوں کے تحفظ کا بھی ضامن ہوتا ہے، اور ریاست کے اندر نظام زر کی نگرانی اس کو سونپی جاتی ہے، کیونکہ نظام زر کی بنیاد پر ہی اقتصادی اور معاشرتی دونوں نظاموں پر گہرے اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ ([1])

اس تعریف کی روشنی میں مرکزی بینک وہ ہوتا ہے جو ریاست کے اندر نظام زر کی تمام سرگرمیوں کی نگرانی کرتا ہے اور اسی بینک کی بنیاد پر ریاست کی زندگی پر مکمل تسلط حاصل ہوتا ہے۔ یہ واضح رہے کہ ان اعمال سے مرکزی بینک کا مقصد کوئی مالی منافع حاصل کرنا نہیں ہوتا بلکہ اس کا بنیادی مقصد ریاست کی معاشی مصلحت عامہ کی خدمت کرنا ہوتی ہے۔

اس وقت شاید ہی دنیا کا کوئی ایسا ملک ہے جس میں مرکزی بینک نہ ہو۔

ب۔ مرکزی بینکوں کا ارتقاء

مرکزی بینک جس طرح اس وقت موجود ہیں تو زمانہ ماضی میں بالکل اس طرح واضح شکل میں تو نہیں تھے بلکہ مختلف مراحل سے تدریجاً گزرے ہیں، البتہ ان کی بنیادیں سترہویں صدی عیسوی میں ملتی ہیں۔

ابتدا میں تو نجی تجارتی بینک وجود میں آئے جو خاص افراد کی ملکیت ہوتے تھے اور وہ سب کام کرتے تھے جو تجارتی بینک سرانجام دیتے ہیں، اس تاریخی ارتقاکے آخری مرحلہ میں زر کا اجراء انہی بینکوں کے حوالے ہو گیا، البتہ پھر ریاست ان کی نگرانی کرنے لگی، لیکن اس کے باوجود ایک طویل عرصہ تک یہ بینک نجی ملکیت میں ہی رہے حکومت کی تحویل میں نہیں لئے گئے، تاکہ کرنسی کا اجراء ہر طرح کے سیاسی اثرات سے محفوظ رہے، لیکن پھر اکثر حکومتوں نے تدریجاً ان بینکوں کو سرکاری ملکیت میں لے لیا، اس لیے اس وقت دنیا کے اکثر ممالک میں مرکزی بینک ریاست کی کلی یا جزوی ملکیت ہیں، چنانچہ اس کی ذمہ داریوں اور خدمات کی تکمیل کے بعد یہی مرکزی بینک ہی بینکاری نظام اور کرنسی کی سرگرمیوں کے نگرانی اعلی بن گئے۔ بینکوں کی تاریخ پر نظر دوڑائی جائے تو سویڈن کا سیفرجی ریکس بینک sverigeyriks bank دنیا کا قدیم ترین بینک ہے جو 1656ء میں قائم ہوا، اور 1668ء میں سٹیٹ بینک بن گیا، لیکن اس کے برعکس اکثر لکھاری مرکزی بینکوں کی تاریخ انگلینڈ کے بینک آف انگلینڈ سے شروع کرتے ہیں، جو 1694ء میں قائم ہوا، اس لئے کہ مرکزی بینکوں کے قواعد وضوابط کے ارتقاء میں اس بینک کا بہت اہم کردار ہے۔

متعدد ترقی یافتہ ممالک میں سترویں صدی عیسوی کے وسط میں بڑی تعداد میں مرکزی بینک قائم ہونے کے باوجود اس طرح واضح شکل اور مستقل حیثیت میں عام نہیں ہوئے تھے بلکہ دوسری جنگ عظیم کے اختتام کے بعد ہی دنیا بھر میں پھیلے۔

اسی طرح ترقی پذیر ممالک میں ان بینکوں کو اقتصادی ضرورت نہیں سمجھا جارہا تھا۔

لیکن جب بیسویں صدی کے اوائل میں عالمی کساد بازاری کے اخراجات دنیا بھر میں عام ہوئے تو بڑی شدت کے ساتھ اس بات کی ضرورت محسوس ہوئی کی ایک اعلی بینک کاری ادارہ ہو، جو کرنسی، کریڈٹ اور بینک کاری نظام کے تمام افعال کو منظم اور ان کی نگرانی کرے، جس سے ملکی معیشت مستحکم ہو۔([2])

اسی طرح یہ بینک مرکزی بینکوں کے نام سے بیسویں صدی کے اوائل ہی میں مشہور ہوئے، جبکہ ان کے افعال ذمہ داریاں متعین ہو چکے تھیں، اس سے پہلے ان کو کرنسی جاری کرنے والے بینک کہا جاتا تھا۔

یہاں یہ بات بھی ملحوظ رہے کہ مرکزی بینک ملک میں صرف ایک ہی ہو سکتا ہے، ایک ہی ملک میں متعدد مرکزی بینک کے ہر ایک مستقل اور خود مختار ہو ممکن نہیں، البتہ مرکزی بینک کی ذیلی شاخوں کا وجود اس کے منافی نہیں، کیونکہ شاخوں کا مقصد تو معاملات اور ذمہ داریوں کے پورا کرنے میں سہولت پیدا کرنا ہے، نیز مرکزی بینک باقی تمام بینکوں کے قریب رہ کر نگرانی کرتا ہے۔([3])

ج. مرکزی بینک کی ذمہ داریاں

مرکزی بینک کاغذی کرنسی جاری کرنے کے ذمہ دار سمجھے جاتے ہیں، جیسا کہ پیچھے اس طرف اشارہ ہو چکا ہے، لیکن

حقیقت یہ ہے کہ مرکزی بینک صرف اسی ذمہ داری کو پورا نہیں کرتے بلکہ اس کے علاوہ بہت سی اور بھی انتہائی اہم اور متعین ذمہ داریاں سرانجام دیتے ہیں، یہ دیگر ذمہ داریاں مرور زمانہ کے ساتھ بڑھتی گئی حتیٰ کہ ان کی وجہ سے ایک مستقل شاخ وجود میں آگئے (مرکزی بینک کاری نظام کی)

اور چونکہ مختلف ممالک کے مرکزی بینک ایک طرح کے فرائض سرانجام دیتے ہیں اس لیے ان کی بنیادی ذمہ داریوں میں بہت مشابہت پائی جاتی ہے۔

اسی طرح ان بینکوں کی قانون سازی میں بھی کافی حد تک مماثلت پائی جاتی ہے، چاہے یہ قانون ادارہ کے سیاست سے تعلق کے بارے میں ہو یا پھر دیگر مختلف تجارتی بینکوں سے تعلق بارے میں ہو، دونوں طرح کے قوانین میں دنیا بھر کے مختلف مرکزی بینکوں میں مماثلت پائی جاتی ہے۔

نظام کار اور بنیادی ذمہ داریوں میں مماثلت کے باوجود ملک یا وقت کے بدلنے سے دائرہ کار محدود ہو جاتا ہے۔ اور اس تحدید کا سب سے اہم عامل نظام کرنسی اور مالیاتی نظام کی وسعت و تنظیم ہے، نیز اس کی وجہ اس پر بھی منحصر ہے کہ لوگ بینک کاری سہولیات سے کتنا مستفید ہوتے ہیں، نیز اس ملک میں کونسا اقتصادی نظام رائج ہے۔ (4)

مرکزی بینکوں کی اہم ذمہ داریاں درجہ ذیل ہیں۔

- قانونی نوٹ جاری کرنا۔
- حکومت کے لیے بوقت ضرورت مالی مشاورت اور بینکاری خدمات مہیا کرنا، مثلا حکومت کو قرض دینا، حکومتی سرمایہ کو اپنے پاس بطور امانت محفوظ رکھنا، اور مختلف دستاویزات اور بانڈز کے اجرا کو منظم کرنا وغیرہ
- تجارتی بینکوں (کمرشل بینکوں) کو قرض دینا، ان کی مالی سرگرمیوں کی نگرانی کرنا، ان کے پاس موجود کھاتوں (اکاؤنٹس) کا تحفظ کرنا، اور پھر ان حسابات کا تصفیہ (برابر سرابر) کرانا، اس ذمہ داری کی اہمیت کو اجاگر کرنے کے لیے مرکزی بینک کے سربراہ بینک (Bank of banks) بھی کہا جاتا ہے۔
- بینک چونکہ دو پارٹیوں میں قابل اعتماد واسطہ ہوتے ہیں اصطلاح میں اسے ائتمان (کریڈٹ) کہتے ہیں۔ تو مرکزی بینک اس ائتمان یا کریڈٹ کی نگرانی کرتا ہے کہ یہ کریڈٹ کتنا اور کس نوعیت کا ہے اور اس کی راہنمائی کرتا ہے، تاکہ یہ کریڈٹ نظام کرنسی کے مطلوبہ معیار کے مطابق ہو۔
- غیر ملکی کرنسی کے ذخیرے کا ریاستی انتظام کرنا، اور بیرونی تجارت کے احوال پر نظر رکھتا ہے تاکہ ملکی کرنسی کی قیمت غیر ملکی کرنسیوں کے تبادلہ میں مستحکم رہے۔

اگر مرکزی بینک کی پہلی ذمہ داری "کرنسی کا اجراء" کو اس قدر تفصیل سے بیان کرتے ہیں جو اس موضوع میں مفید اور معاون ہوں، کیوں کہ یہ ذمہ داری مرکزی بینکوں کی اس وقت سب سے اہم، حساس اور پرخطر ذمہ داری ہے، اور اس کا ہمارے موضوع (ریاستی مداخلت) سے گہرا تعلق ہے، کیونکہ یہ عمل ریاست کی نگرانی اور راہنمائی میں سرانجام پاتا ہے۔

د۔ مرکزی بینک اور کاغذی کرنسی کا اجراء

اکثر ممالک نے عموماً کاغذی کرنسی کے اجراء اور نگرانی کا مرکزی بینکوں کے سپرد کیا ہوتا ہے، اور کاغذی کرنسی کا اجراء بظاہر مرکزی بینکوں کی سب سے اہم ذمہ داری ہوتی ہے، اور کمرشل بینک بھی کاغذی کرنسی کے اجرا کے اختیارات حاصل ہونے کے بعد مرکزی دن کی حیثیت اختیار کر گئے ہیں، نیز آغاز میں مرکزی بینک محض اجراء بنک تھے دیگر تمام ذمہ داریاں اسی بنیادی ذمہ داری کی پیداوار ہیں، چنانچہ کاغذی نوٹوں کا اجراء مرکزی بینکوں کی اولین ذمہ داری تھی۔

اور قانونی کاغذی کرنسی کے اجراء کے اختیارات میں مرکزی بینک کی انفرادیت، اور ریاست کی طرف سے اس کو انجام نہ دینے یا متعدد تجارتی بینک کو برا سے تقسیم کرنے کے متعدد اسباب ہیں، چند اہم اسباب درج ذیل ہیں۔([5])

1. کرنسی کے اجراء میں انفرادی اختیارات اور ریاستی نگرانی کاغذی نوٹوں کی یکسانیت کا اور تعدد کے خاتمے کا ذریعہ ہے، جس کی بدولت عوام الناس کی طرف سے ان نوٹوں کی ویلیو پر اعتماد بیٹھتا ہے اور اس کا لین دین بھی لوگ بلاخوف وخطر آسانی سے کرنے لگتے ہیں، اس کے برعکس اگر یہ متعدد بینکوں کو دے دیا جائے تو لوگ تقسیم ہو جائیں گے اور کچھ لوگ ایک بینک کے جاری کردہ نوٹوں کو قبول کریں گے تو دوسرے کچھ لوگ دوسرے بینک کے جاری کردہ نوٹوں پر اعتماد کریں گے جس سے ان نوٹوں کی ویلیو مضطرب ہوتی ہے اور ریاست کے کرنسی نظام میں انارکی اور لاقانونیت پیدا ہو جاتی ہے۔
2. کرنسی کے اجراء کا کسی ایک ادارے مثلاً مرکزی بنک کو انفرادی اختیارات دینے سے کریڈٹ کی ذمہ داریوں کی ادائیگی اور لوگوں کی ضروریات کے بقدر جاری شدہ نوٹوں کی تعداد کے کنٹرول کے حوالے سے اس ادارے کی پوزیشن مضبوط ہوتی ہے۔
3. مرکزی بینک کی طرف سے نوٹوں کے اجراء اور نوٹوں کے اجراء پر کنٹرول اور زائد از ضرورت نوٹوں کے اجراء کی روک تھام کے حوالے سے ضروری قانون سازی کی بدولت زائد از ضرورت نوٹوں کے اجراء کے حوالے سے مرکزی بینک پر ریاست کی طرف سے دباؤ کی روک تھام ممکن ہوتی ہے، نیز بینکنگ نظام پر مرکزی بینک کے کنٹرول سے معاشرے کی حفاظت بھی ہوتی ہے۔
4. ریاست کی طرف سے ازخود نوٹوں کا اجراء اگرچہ ریاست کے لیے کچھ منافع کا باعث بنتا ہے تاہم نوٹوں کے اجراء پر مرکزی کی بالادستی سے ریاست کو زیادہ فائدہ ہوتا ہے، اس صورت میں اگرچہ نقدی کی شکل میں تو ریاست کو شاید کوئی نفع نہ ہو لیکن ریاست مرکزی بینک سے بینکنگ سروسز اور کریڈٹ کے حوالے سے نفع اٹھا سکتی ہے۔

یہی وہ وجوہات ہیں جن کی وجہ سے اکثر ممالک لامحدود مارکیٹ طاقت کے حامل قانونی کاغذی کرنسی کے اجرا کے اختیارات مرکزی بینکوں کو سونپ دیتی ہیں اور ریاست خود محض نہایت کم قیمت اور محدود مارکیٹنگ پاور کی حامل کرنسی کی اجراء پر اکتفا کرتی ہے۔

نوٹوں کی مقدار کا تعین

مرکزی بینک اپنے قیام کے وقت سے کاغذی نوٹوں کے اجراء پر کنٹرول سے متعلق متعدد قانونی پابندیوں اور تنظیمی قواعد کے تحت رہے ہیں، اور یہ پابندیاں اور قوانین مختلف ریاستوں کے اقتصادی اور تاریخی حالات میں اور مختلف زمانوں میں مختلف رہی ہے۔

اور تمام تر اختلاف کے باوجود کرنسی کا اجراء لوگوں کے معاملات کی ضروریات اور موجود معاشی سرگرمیوں کے تقاضوں کے ماتحت رہا ہے۔ اور جاری شدہ کرنسی نوٹوں کی تعداد اور خدمات اور اشیاء کے حوالے سے پیداواری صلاحیت میں تناسب کا لحاظ رکھا گیا۔

نوٹوں کے اجراء کے حوالے سے آزادی اور بغیر کسی قانون کے نوٹوں کی طلب کے رحم وکرم پر چھوڑ دینے سے بے تحاشا نوٹوں کے اجراء اور کریڈٹ کا سبب بنتا ہے بالخصوص معاشی خوش حالی کے زمانے میں یہ افراط زر اور قیمتوں میں اضافے کا سبب ہے، یا پھر نوٹوں کی تعداد اور کریڈٹ میں ناقابل برداشت کمی کا سبب ہے، بالخصوص کساد بازاری[6]

اور معاشی انتشار کے حالات میں، جس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ معاشی سرگرمیاں محدود ہو جاتی ہیں اور مطلوبہ معاشی ترقی کے حوالے سے پیش رفت رک جاتی ہے۔

اسی لیے کرنسی نوٹوں کا اجراء اتنا آسان معاملہ نہیں ہے کہ بینکوں کو بغیر کسی نظام اور قانون اور ریاستی بالادستی اور نگرانی سے آزاد کر کے نوٹوں کے اجراء کا اختیار دے دیا جائے۔

کاغذی نوٹ کی بنیاد

لین دین کے قابل کاغذی نوٹ ذریعہ لین دین ہونے کے حوالے سے کسی ایسی چیز کا محتاج ہوتا ہے جو اس کی بنیاد ہو اور اس کی بنیاد پر لوگوں کو اس نوٹ پر اعتبار حاصل ہو سکے، اور جس کی بنیاد پر لوگ اسے قبول کریں اور اسکی لامحدود ادائیگیوں کے قابل قوت خرید پر لوگوں کو اطمینان ہو سکے۔

اسی لیے آغاز میں نوٹوں کے اجراء کا محکمہ تمام جاری شدہ نوٹوں کی پشت پر سونا محفوظ رکھتا تھا۔ اور مرکزی بینک نوٹوں کے اجراء کے حوالے سے اپنی تاریخ میں متعدد اور مختلف قسم کے نظاموں کو اپناتے رہے، ان تمام قواعد اور نظاموں کا مقصد نوٹوں کے اجراء کے ذمہ داری کو منظم بنانا اور مرکزی بینکوں کو مخصوص قوانین کا پابند بنانا تاکہ مرکزی بینک اپنی اس ذمہ داری کے قیام کے دوران حد سے تجاوز نہ کرے نیز مرکزی بینک جاری شدہ کاغذی نوٹوں کیلئے ایک ذریعہ متعین کر لیتے تھے جس سے وہ جاری شدہ نوٹوں کے لئے بنیاد قرار دیتے تھے۔

کرنسی کے نظام اجراء کو اجمالاً تین نکات میں بیان کیا جا سکتا ہے۔[7]

- ریاست کاغذی نوٹوں کی ایک آخری حد مقرر کرتی ہے جس کے تحت مرکزی بینک کو نوٹ جاری کرنے کا اختیار ہوتا ہے اور اس میں مرکزی بنک کے پاس ریزرو کرنسی کے طور پر محفوظ سونے کی بنیاد کو ملحوظ نہیں رکھا جاتا۔

- ریاست سونے کی پشت پناہی کے بغیر کاغذی نوٹوں کے اجراء کی آخری حد کا پابند بناتی ہے، یعنی ریاست مرکزی بینکوں مخصوص شرح کے تحت کاغذی نوٹوں کے اجراء کا اختیار دیتی ہے جس سے مخصوص ریٹ پر سونے کی متعین مقدار خریدی جاسکے، نیز ریاست کرنسی کی ایک دوسری حد مقرر کرتی ہے جس کی پشت پر سونا موجود نہیں، تاہم اس سونے کی پشت پناہی سے عاری کرنسی کی بھی ایک حد مقرر کی جاتی ہے۔

بہر حال نوٹوں کا اجراء ریاستی خزانہ بانڈز اور غیر ملکی پاؤنڈز کی بنیاد پر ہی ہوتا ہے۔

اور کرنسی کے اجراء کے تمام تر نظاموں میں جدید قوانین اجراء میں واضح رجحان ان نظاموں میں زیادہ لچک پیدا کرنا ہے، بالخصوص کلی یا جزوی طور پر سونے کی پشت پناہی سے آزاد ہو کر کاغذی کرنسی کے آزادانہ اجراء سے متعلق قوانین میں لچک پیدا کرنا مقصد ہے۔

جب کہ عصر حاضر میں کرنسی کی پشت پر سونے کی موجودگی کا واحد بنیادی فائدہ یہ ہے کہ بین الاقوامی ریزرو کرنسی کے طور پر محفوظ رہتی ہیں جس سے ادائیگیاں کی جاسکتی ہیں اور معاملات مکمل کرنے کے لیے غیر ملکی کرنسی دستیاب نہ ہونے کی صورت میں خارجی معاملات نمٹائے جاسکتے ہیں۔

چنانچہ یہ حتمی بات ہے کہ کرنسی کی قیمت اس کی پشت پر موجود سونے کی مقدار پر منحصر نہیں ہے، بلکہ اس کا انحصار معاشرے کی مجموعی کرنسی کی مقدار اور معاشرے کی خدمات اور اشیاء کی مجموعی مقدار پر ہے، اور خدمات اور اشیاء کی یہ مقدار قومی معیشت کی پیداواری صلاحیت پر سب سے پہلے منحصر ہوتی ہے۔

چنانچہ کرنسی کی پشت پر موجود بنیاد ہی دراصل معاشرے کی پیداواری ہے نہ کہ سونا۔(8)

البتہ مکمل طور پر سونے کی پشت پناہی کے عدم اشتراط اور کرنسی کے اجراء کا معاشی سرگرمیوں کی نوعیت اور حجم سے منسلک ہونے کا یہ مطلب نہیں ہے کہ کے مرکزی بینک اس شعبے میں آزاد ہیں بلکہ مرکزی بینکوں پر یہ لازم ہے کہ کسی دستاویز یا کسی بنیاد کا تعین کریں جس کی بنیاد پر کاغذی کرنسی کا اجراء کیا جائے.(9)

کیونکہ کاغذی نوٹوں کی ویلیو محض تجارتی مارکیٹ کی طلب و رسد کے تابع نہیں ہوتی بلکہ محفوظ سرمائے کی کمی بیشی پر بھی اس کا انحصار ہوتا ہے۔

چنانچہ بعض کاغذی نوٹوں کی پشت پناہی کے لیے کسی ٹھوس مادی چیز کی پشت پناہی کافی ہوتی ہے جس کی ذاتی قیمت ہوں چاہے وہ سونا ہو یا چاندی ہو یا غیر ملکی کرنسی ہو یا کوئی اور چیز۔ تاہم باقی نوٹوں کی پشت پناہی میں موجود چیز ریاست پر واجب الادا قرضوں کی شکل میں ہوتی ہے۔

دوم: موجودہ اسلامی معیشت میں زر کا اجراء

الف۔ اسلامی ریاست اور زر کا اجراء

بلاشبہ کرنسی کو معاشی زندگی میں اور معاشی شعبوں کے نظم وضبط میں بہت بڑی اہمیت حاصل ہے، اور کرنسی کی سلامتی،

درستگی اور انضباط سے ہی تمام احوال کی درستگی، معاملات میں استقامت اور لین دین میں استحکام آسکتا ہے۔

اسی لیے ہم دیکھتے ہیں کہ اکثر ممالک اسے بہت اہمیت دیتے ہیں، اور کرنسی کے اجراء پر مخصوص نگرانی کا عمل یقینی بناتے ہیں، اور انکی کی نگرانی ایک مخصوص ادارے کے سپرد ہوتی ہے، جس کی بدولت کرنسی کو عوامی لین دین میں ذریعہ کے طور پر قبول کرنے میں لوگوں کا اعتماد حاصل ہوتا ہے۔

اور چونکہ ریاست اسلامیہ تمام اقتصادی شعبوں کی نظم وضبط اور ریاست کے مالی احوال اور تجارتی معاملات کی دیکھ بھال اور نگرانی کی ذمہ دار ہوتی ہے لہذا ریاست اسلامیہ اپنی مضبوطی اور استحکام کے بعد سے اور اطراف عالم میں اسلامی سلطنت کے پھیلاؤ کے بعد سے کرنسی پر بہت توجہ دی، اور کرنسیوں کی شکل، وزن، نقش اور معیار اور ہر حوالے سے انہیں اہمیت دی، اور انہیں عربی طرز میں ڈھالنے اور آزادانہ حیثیت میں لانے کا اہتمام کیا، اور پوری ریاست اسلامیہ میں اس کے لیے (دارالضرب) ٹیکسال کا قیام کیا، اور خلیفہ وقت از ان کی نگرانی کی اور سکوں کے ڈھالنے کا حکم دیا، یا کم از کم اپنے گورنروں اور متعلقہ ملازمین کو مخصوص طرز کے سکے ڈھالنے کے ذمہ داری سونپی۔

اور ٹیکسال کی اہم ذمہ داریوں میں سکوں کی ڈھلائی، ان کے معیار کی جانچ، وزن کا تعین اور ملاوٹ اور کھوٹ سے ان کے حفاظت اور تحفظ شامل تھا۔(10)

اور محتسب سکوں کو لین دین کے لیے مارکیٹ میں پیش کرنے کے بعد ان کے وزن کی دیکھ بھال اور ملاوٹ سے پاک رکھنے کو یقینی بناتے تاکہ بغیر کسی دھوکہ کے شرعی اصولوں پر ان کے ذریعے لین دین جاری رہے اور ان میں کوئی تبدیلی یا خرابی پیدا نہ کی جائے۔

ابن قیم جوزی فرماتے ہیں " محتسب اس بات کو یقینی بنائے کہ سکوں میں خرابی یا تبدیلی نہ کی جائے، اور سکوں کو سامان تجارت بنانے سے بھی روکے، کیونکہ اس سے لوگ ایسے فساد میں مبتلا ہو جاتے ہیں جیسے اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا، بلکہ سکوں اور کرنسیوں کو سرمایہ ہی بنا کر استعمال کیا جائے سامان تجارت نہ بنایا جائے، اور حکومت کی طرف سے جس سکے یا کرنسی کو ممنوع قرار دے دیا جائے ایسے سکوں کو رائج کرنسی کے ساتھ ملانے سے بھی لوگوں کو روکے .(11)

چنانچہ سکوں کی ڈھلائی اور ملاوٹ اور دھوکہ سے بچاؤ ٹکسال کی اہم ذمہ داری ہوا کرتی تھی۔

اور ٹیکسال اس زمانے میں اس اہم ذمہ داری کو نبھاتی تھی جو آجکل مرکزی بینک کے دائرہ اختیار میں ہوتی ہے۔

سکوں کی ڈھلائی حاکم کی اجازت سے مشروط ہونے کے حوالے سے فقہاء کی اقوال۔

سکوں کی ڈھلائی ریاست کی اجازت، نگرانی اور راہنمائی کے ماتحت ہونا ضروری ہے، تاکہ کرنسی کارکردگی مضبوط ہو، اس کی مقدار بھی متعین ہو اور اجراء میں اعتدال ہو، کیونکہ اسی سے نصاب زکاۃ، اشیائے صرف کی قیمتوں، اور مبیعات کے ثمن کا تعین ہو سکتا ہے، اور مقدمات کا فیصلہ ہو سکتا ہے، اس لئے فقہاء نے حاکم کی اجازت کے بغیر کرنسی ایجاد کرنے کو ممنوع اور قابل سزا جرم قرار دیا ہے، چنانچہ عبدالملک بن مروان سے مروی ہے کہ انھوں نے ایک ایسے آدمی کو پایا جو مسلمانوں کے سکوں کے علاوہ سکے بنا رہا تھا تو انہوں نے اس کا ہاتھ کاٹنے کا ارادہ کر لیا، پھر ہاتھ کاٹنے کا ارادہ ترک کر کے اسے محض سزا دینے پر اکتفا کیا،

راوی کہتے ہیں میں نے مدینہ میں ایسے شیوخ کو دیکھا جو عبد الملک بن مروان کے اس فعل کی تحسین کرتے تھے اور اسے اچھا قرار دیتے تھے۔([12])

اسی طرح عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ کے بارے میں منقول ہیں کہ ان کے پاس ایک ایسے شخص کو لایا گیا جو شاہی سکوں کے علاوہ سکے بنا رہا تھا تو انہوں نے اسے سزا دی اور قید میں ڈال دیا اور اس کا لوہا لے کر آگ میں ڈال دیا۔([13])

اسی حوالے سے امام احمد بن حنبل رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں، "سکے محض حاکم کی اجازت سے ٹکسال کے اندر ہی بنائے جائیں، کیونکہ اگر لوگوں کو اس کی اجازت عام دی جائے تو لوگ مشکلات کا شکار ہو جائیں گے"۔

قاضی ابو یعلی امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کے کلام پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ انہوں نے حاکم کی اجازت کے بغیر سکے بنانے سے اس لئے منع کیا تھا کیونکہ یہ کرنسی کی تباہی کا سبب ہے۔([14])

نووی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے فرماتے ہیں "عوام الناس کو از خود درہم بنانے کی اجازت نہیں ہے اگر چہ وہ خالص ہی ہو کیونکہ یہ حاکم کا اختیار ہے۔([15])

چناچہ درہم بنانا اور کرنسی جاری کرنا ریاست گزارے اختیار میں ہے عوام الناس کو اس کی اجازت نہیں دی جا سکتی، بلکہ کرنسی سازی کے لئے ریاست کی طرف سے صریح اجازت ضروری ہوتی ہے۔

ابن خلدون فرماتے ہیں "حاکم کی ذمہ داری ہے کہ وہ سکوں کی درستگی پر نظر رکھے، ان کے خراب کرنے اور اسے بگاڑنے والوں پر سختی کرے۔([16])

چنانچہ ابن خلدون کی رائے بھی ہیں کہ کرنسی بنانا اور اس کی اصلاح کرنا اور اس نے خرابی پیدا کرنے والوں کا مؤاخذہ کرنا ریاست کی ذمہ داری ہے۔

ریاست کی معاشی سرگرمیوں سے کرنسی کا تعلق

کرنسی کی کثرت اور قلت کا براہ راست ریاست کی معاشی سرگرمیوں سے تعلق ہوتا ہے، اس لیے کہ جب بھی معاشی سرگرمیاں عروج پر ہوتی ہیں اور ان میں تنوع آتا ہے تو خوشحالی پیدا ہو جاتی ہے، لین دین بڑھ جاتا ہے اور کرنسی وافر مقدار میں ہو جاتی ہیں اور تہذیب و تمدن میں بھی اضافہ ہوتا ہے۔

اس کے برعکس جب بھی معاشی سرگرمیاں کمزور پڑتی ہیں تو پیداوار کم ہو جاتی ہے، وسائل کم ہو جاتے ہیں، لین دین میں کمی آجاتی ہے، کرنسی کی مقدار بھی کم ہو جاتی ہے اور تہذیب و تمدن میں بھی پستی آجاتی ہے۔

ابن خلدون نے بھی اسی نکتے کی طرف اشارہ کیا ہے، اور ان کی نظر میں بھی تمدن کی بدولت کرنسی میں کمی بیشی ہوتی ہے۔یعنی ریاستی صلاحیت اور شہری ترقی کا انحصار نقدی کی کثرت پر نہیں ہے بلکہ یہ ریاست کی پیداواری صلاحیت کا نتیجہ ہوتا ہے۔

اسی بارے میں ابن خلدون فرماتے ہیں "یاد رکھیں سونا, چاندی, جواہر اور دیگر سازوسامان یہ معدنیات اور کمائی ہیں، جیسے لوہا، پیتل، سیسہ اور تمام زمینیں اور معدنیات۔ اور انسانی اعمال تمدن کے اظہار کا ذریعہ اور انسانی اعمال ہیں اس میں کمی بیشی کا ذریعہ ہے، اور انسانوں کے پاس موجود اشیا ایک دوسرے کی طرف منتقل بھی ہوتی ہیں اور نسل در نسل وراثت بھی ان میں جاری

ہوتی ہے، اور یہی چیزیں مختلف اغراض کی وجہ سے ایک علاقے سے دوسرے علاقے کی طرف اور ایک ملک سے دوسرے ملک کی طرف بھی منتقل ہوتی ہیں"۔

دوسری جگہ ابن خلدون اسی کی مثال دیتے ہوئے لکھتے ہیں۔ "اور اس سلسلے میں آپ اطراف مشرق مصر، شام، عراق، عجم، ہند اور چین وغیرہ اطراف شمال میں غور کیجئے کہ جب ان کی آبادی بہت ہو گئی تو ان کے اقتصادی حالات بدل گئے اور ان کی حکومتیں بھی عظمتوں کی چوٹیوں پر پہنچ گئیں کثرت سے شہر بس گئے، متعدد افراد پایہ تخت بن گئے تجارت زور پکڑ گئی اور ان کے حالات کچھ سے کچھ ہو گئے، اور ہمیں آنے والے قافلوں کے ذریعے ان کی تونگری کے بارے میں ایسی ایسی عجیب وغریب خبریں ملیں جن کا یقین نہیں آتا یہ سمجھتے ہیں کہ ان کے پاس پیسے کی کثرت ہے یا ان کے علاقے میں سونے اور چاندی کی بہت زیادہ کانیں ہیں یا گزشتہ اقوام کا چھوڑا ہوا سونا ان کے ہاتھ آگیا ہے حالانکہ یہ بات نہیں ہے کیوں کہ جہاں تک ہمیں علم ہے ان علاقوں میں سونے کی کانیں سوڈان میں ہیں اور سوڈان مغرب سے قریب تر ہے علاوہ ازیں اہل مشرق اپنے علاقے کی مصنوعات دوسرے شہروں میں تجارت کی غرض سے لے جاتے ہیں، اگر انکے پاس خزانہ جمع ہوتا اور پیسے کی ریل پیل ہوتی ہے تو کیوں مال حاصل کرنے کے لیے شہروں کے دھکے کھاتے پھرتے ہیں، بلکہ آرام سے بیٹھ کر چین کی بانسری بجاتے۔([17])

ابن خلدون کی ان دو عبارات سے سے یہ نتیجہ اخذ کیا جا سکتا ہے کہ کرنسی کے اجرا کے وقت ریاست کو موجود کرنسی کی مقدار اور معاشرے کی پیداواری صلاحیت کے تناسب کو مد نظر ضرور رکھنا چاہیے۔

ضرورت سے زائد کرنسی کے اجرا کے نتائج میں مقریزی کی رائے

مقریزی نے اپنی کتاب "اغاثۃ الامہ، ص۔ 69 میں لکھا ہے کہ جب حکمرانوں اور بادشاہوں اور گورنروں نے مصر اور دیگر ممالک کے اندر کسی ضابطے کے بغیر حد سے زیاد فلوس جاری کر دیئے تو اس کا نتیجہ یہ نکلا کرنسی کی قوت خرید پست ہو گئی، قیمتیں آسمان سے باتیں کرنے لگیں حالات ابتری کا شکار ہو گئے، لوگ تکلیف اور مشقت کا شکار ہو گئے اور خطرات منڈلانے لگے۔

اسی بارے میں مقریزی لکھتے ہیں۔ "مثلا جب تاجر اپنے سامان سے 3000 درہم حاصل کرتا ہے تو بیس مثقال سونے سے بھی ہاتھ دھوتا ہے اور اسے اپنی اپنے اہل وعیال کے اخراجات میں خرچ کرنے پر مجبور ہوتا ہے۔ وہ غور کرے دوسری یہ بات سمجھ میں آئے گی کہ پہلے وہ سامان سے جب ایک ہزار درھم حاصل کرتا تھا دو تین ہزار کی بجائے 1000 سے اپنی ضروریات زیادہ بری کر لیتا تھا۔ تو وہ بیوقوف یہ سمجھتا ہے کہ اسے نفع ہوا ہے درحقیقت خسارے کا شکار ہوا ہے، عنقریب اس کی آنکھوں سے پردہ ہٹ جائے گا اور وہ دیکھے گا کہ اس کا سارا مال اس کے اخراجات میں صرف ہو گیا ہے، اور کرنسیوں کے اختلاف نے اس کا مال ضائع کر دیا، بائع کو جلد سے معلوم ہو جائے گا کہ گمان غلط تھا اور اسکی سوچ جھوٹی تھی۔([18])

تو مقریزی نے اس عبارت میں وضاحت کی ہے کہ ریاست کی معاشی حالت اور پیداواری صلاحیت کو پس پشت ڈال کر زائد کرنسی کا اجراء اگرچہ بظاہر کمائی اور آمدنی میں اضافے کا ذریعہ نظر آتا ہے تاہم درحقیقت یہ افراط زر اور اشیاء اور خدمات کی قیمتوں میں اور مبیعات کے ثمن میں اضافے کا سبب ہے، نیز کرنسی پر بے اعتمادی کا بھی ذریعہ ہے۔ زیادہ تر اس طرح کی حالت میں اگرچہ بظاہر تاجر مقدار کے اعتبار سے تو نفع اٹھا رہا ہے تاہم اخراجات کے اعتبار سے وہ نقصان کا شکار ہے۔

چنانچہ مقریزی جدید معاشی ماہرین میں وہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے زائد از ضرورت کرنسی کا اجراء اور قیمتوں میں اضافے کے باہمی تعلق کو واضح کیا کیونکہ انہوں نے زائد از ضرورت کرنسی کے اجرا کو نامناسب قرار دیا۔

نیز ہماری اس رائے کی تائید ابن خلدون کی اس بات سے بھی ہوتی ہے کے معاشی خوشحالی اور تہذیب و تمدن کی ترقی کرنسی کی کثرت پر منحصر نہیں ہے بلکہ اس کا تعلق پیداواری صلاحیت پر ہے جو کرنسی کی آمد کا ذریعہ ہوتی ہے۔

کاغذی کرنسی کے اجراء کے اختیارات کس کو ہونے چاہیے اور اس کا حکم

اس بحث کا تعلق صرف دھاتی کرنسی کی ڈھلائی اور اسکے اجراء سے نہیں ہے بلکہ کاغذی کرنسی کی تیاری اور اسکے اجراء کا بھی یہی حکم ہے، اس میں بھی اسی بات کا لحاظ رکھنا ضروری ہے، اس لئے کہ کاغذی کرنسی اگرچہ متقدمین علماء کے ہاں معروف نہیں تھی، اور نہ ہی اس وقت اس کا استعمال تھا، البتہ اس زمانے میں اس کا استعمال بے تحاشہ ہے اور مختلف اسلامی اور غیر اسلامی ممالک کے اندر اس کا استعمال رائج ہے، اور تمام ممالک میں انہی کے ذریعے لین دین کیا جاتا ہے عوام الناس میں انہیں مقبولیت حاصل ہے، اور یہ کاغذی کرنسی سرکاری قانونی کرنسی قرار دے دی گئی ہے جس کی سونے یا چاندی میں تبدیلی ممکن نہیں ہے، اس کرنسی کی اپنی ذاتی کوئی قیمت بھی نہیں ہے، اور اس کی قوت خرید ریاستوں کی گھنٹی کی مرہونِ منت ہے۔

اسی لئے عصر حاضر کے فقہاء نے اس کی حقیقت اور حکم پر بحث کی ہے، چونکہ فقہا میں کاغذی کرنسی کی حقیقت میں اختلاف ہے اسی وجہ سے اس حوالے سے فقہاء کے نظریات بھی مختلف ہیں۔ تاہم تمام تر بحث اور تحقیق کے بعد اس حوالے سے سعودی عرب کے بڑے علماء کی اکثریت کی رائے مضبوط اور وزنی معلوم ہوتی ہے کہ کاغذی کرنسی میں واضح طور پر ثمنیت موجود ہے، اور اسی طرح کاغذی نوٹ سونے چاندی اور دیگر اثمان کی طرح بذات خود ایک نقدی کی حیثیت رکھتے ہیں۔ اور ہر ملک کی کرنسی ایک مختلف جنس کے حیثیت میں ہے اور ہر کاغذی کرنسی مستقل بذات خود ایک جنس ہے۔(19)

چنانچہ ریاست اسلامیہ سکوں کی ڈھلائی اور ان کے اجرا کی ذمہ دار ہوتی ہے، اور کرنسی کے اجراء کے محکموں کی مرکزی بینکوں کے ذریعے سے کرنسی کی نگرانی کی ذمہ دار ہوتی ہے لہذا کرنسی کی تیاری اور نگرانی پر ایسے افراد کو مامور کیا جانا چاہیے جو امانت دار، دیانتدار ہوں اور کرنسی کے معاملات کی اور بازار کے حالات کی سمجھ بوجھ رکھتے ہو ملکی اور غیر ملکی قیمتوں کے اتار چڑھاؤ سے بھی واقف ہوں۔ تاکہ زیادہ منافع حاصل کیے جاسکیں اور ویلیو میں اضافہ ہو، حالات میں بہتری آئے صورتحال مستحکم ہو، انہیں کوشش کرنی چاہیے کہ اسلامی کرنسی کے نظام کے ذریعے سے شرعی مقاصد کو حاصل کریں، اس لئے کہ کرنسی کے اجرا کے اس شعبے کی درستگی اور کریڈٹ کی نگرانی کے محکمے کی عمدہ کارکردگی ہی کی بدولت ریاست کے دیگر بینک صحیح طور پر اپنی ذمہ داریاں نبھاسکتے ہیں اور سود اور دیگر حرام معاملات سے چھٹکارا حاصل کیا جاسکتا ہے۔

کیونکہ یہ بات ناقابل قبول ہے کہ کسی اسلامی معیشت میں متعدد اسلامی بینک کام کر رہے ہو جبکہ ان کا نگران بورڈ معاملات سے متعلق اسلامی احکامات اور اصولوں پر کاربند نہ ہو, اور یہ بھی قابل قبول نہیں کہ نگران بورڈ اسلامی اصولوں اور احکامات پر کاربند ہو جبکہ تجارتی بینکوں کی نگرانی بھی کرتا ہو اور تجارتی بینک تمام معاملات میں مکمل طور پر اسلامی اصولوں اور تعلیمات کی پابندی نہ کریں۔

لہذا اسلامی ریاست میں بینکنگ سسٹم میں یکسانیت ہوتی ہے، اور کرنسی کے اجراء کے متعلق مرکزی محکمہ کی طرف سے جاری کردہ پالیسیوں اور نظاموں کے حوالے سے یہ بینک الگ حیثیت کے مالک ہوتے ہیں۔ جس کا نتیجہ نکلتا ہے کہ ریاست کی قومی معیشت پر اس کے نمایاں اثرات مرتب ہوتے ہیں اور معیشت میں عدم استحکام اور اضطراب پیدا ہوتا ہے، اور یہ صورتحال مطلوبہ اجتماعی اور معاشی ترقی کے حصول میں رکاوٹ بنتی ہے۔

تاہم کرنسی کے اجراء کے لیے ریاستی ادارے کے لیے اپنے نظام، ذمہ داریوں اور معاملات میں جدید معاشی ماہرین کے تجربات اور تحقیقات سے شرعی اصولوں کے دائرہ میں رہ کر فائدہ اٹھانے میں کوئی حرج ہے، بشرطیکہ اس کا بنیادی ڈھانچہ اسلامی اصولوں اور تعلیمات کے تحت ہو اور اسلامی معاشرے کے مفادات سے ہم آہنگ ہو۔

سابقہ تمام بحث کا خلاصہ یوں کیا جا سکتا ہے کہ کرنسی کا اجراء اسلامی ریاست کا ایک اہم شعبہ ہے اور عوام الناس کی معاشی سرگرمیوں کے نظام کے حوالے سے ریاست کی بنیادی ذمہ داری ہے، لہذا کرنسی کے اجراء کے محکموں کے لیے یہ لازم ہے کہ ریاست کی اجازت، نگرانی اور راہنمائی کے بغیر کرنسی جاری نہ کریں، اور اس میں مارکیٹ کے حالات کو مدنظر رکھیں، تاکہ جتنا ممکن ہو سکے قیمتوں میں استحکام لایا جا سکے اور افراط زر اور عدم استحکام سے بچا جا سکے۔

سعودی عرب کے مالیاتی ادارے کی ذمہ داریاں

سودی عرب کا مالیاتی ادارہ ملک میں کرنسی کے اجراء کا خود مختار ادارہ ہے، کیونکہ تمام بینک کا سرمایہ اسی ادارے کی نگہداشت میں ہوتا ہے، اور یہ ادارہ وہی ذمہ داریاں نبھاتا ہے جو اکثر ممالک کے اندر مرکزی بینک کے اختیار میں ہوتی ہیں اور جن کی نگرانی خود ریاست کرتی ہے۔

لہذا سعودیہ کے اس ادارے کی اہم داریاں اور اقدامات اختصار کے ساتھ بطور نمونہ پیش کرتا ہوں۔

25 رجب 1371 ہجری میں شاہی فرمان نمبر 30/4/1/1046 کے ذریعے اس میں محکمہ کرنسی کی درج ذیل ذمہ داریوں کا تعین کیا گیا۔

- ریاست کی سرکاری کرنسی کی تقویت، اس کی مالیاتی ویلیو کا استحکام، اور دیگر کرنسیوں کی نسبت اس کی قیمت کا تعین۔
- اس مرکز کے استحکام کے لیے وزارت خزانہ کے ساتھ تعاون جہاں ریاست کی آمدنی محفوظ کی جاتی ہے اور پھر وہاں سے تمام تر ادائیگیاں کی جاتی ہے، اور منظور شدہ بجٹ کے مطابق ادائیگیوں پر کنٹرول کرنا۔
- اور یہ محکمہ آمدن اور اخراجات پر کسی قسم کا نفع نہ حاصل کر سکتا ہے نہ کسی اور کو پہنچا سکتا ہے اور نہ ہی شرعی اصولوں کے برعکس کوئی اقدام کر سکتا ہے۔

نیز مالیاتی ادارے کے ایک مشیر نے اپنی رپورٹ میں اس محکمے کی اہم درج ذیل ذمہ داریاں بیان کی ہیں۔

اول: کرنسی کے معاملات

کرنسی کی مضبوطی اور استحکام، بیک اپ پر موجود محفوظ سرمایے کو استعمال میں لانا، گولڈن بالوں کی خرید و فروخت،

حکومت کو مشاورت فراہم کرنا اور تجارتی بینکوں کے معاملات کو کنٹرول کرنا۔

ثانی: بزنس فنانس (وکالت) نمائیندگی

غیر ملکی کرنسی اور ریزرو کرنسی کی شکل میں ریاست کی تمام تر آمدنی اسی محکمے کے پاس بطور امانت جمع ہوتی ہے، اور پھر ریاست کی نمائندگی کرتے ہوئے غیر ملکی کرنسی کے ذریعے سے یہ محکمہ تمام تر ادائیگیاں کرتا ہے، اور ریاست کی تمام قسم کی مقامی کرنسیاں اسی کے پاس بطور امانت جمع ہوتی ہیں۔

ثالث: اقتصادی اور مالیاتی تحقیقات

شاہی فیصلوں کے ذریعے جاری کردہ سابقہ نظاموں اور ترمیم شدہ قواعد وضوابط کے مطابق سعودی عرب کے مالیاتی ادارے کی درج ذیل ذمہ داریاں ہیں۔[20]

- سعودیہ کی کرنسی کا اجراء اور اس کا استحکام اور اور اس کی داخلی اور خارجی ویلیو کے استحکام کو یقینی بنانا۔
- ریاست کے سرکاری بینک کے طور پر کام کرنا۔
- تجارتی بینکوں اور کرنسیوں کے لین دین کے کاروبار سے منسلک لوگوں کی نگرانی۔[21]
- سونے اور اور دیگر تمام غیر ملکی کرنسیوں کے ذخیرے کا انتظام کرنا۔
- کرنسی کے معاملات میں ریاست کو مشاورت فراہم کرنا۔
- مالیاتی اور معاشی نظام کے استحکام میں تعاون کی غرض سے مالیاتی اور معاشی تحقیقات، اور اور اس حوالے سے ترقی یافتہ قوموں کے تجربات اور مشاہدات سے استفادہ کرنا۔

نیز کاغذی کرنسی کا اجراء، داخلی اور خارجی سطح پر اس سعودی ریال کی قیمت کی مضبوطی، اور ریاستی بینک کمرشل بینک کے طور پر کام کرنا بھی سعودی عرب کے مالیاتی محکمے کی ذمہ داریوں میں شامل ہے۔

ب۔ اسلامی ریاست اور زر کی سلامتی کا تحفظ

ریاست اسلامیہ اپنے آغاز سے ہی سکوں کی حفاظت، ان کے معیار کے تحفظ پر خصوصی توجہ دیتی آئی ہے، اور سکوں میں خرابی کرنے والوں یا ان کو ضائع کرنے والوں سے آہنی ہاتھوں سے نمٹتی رہی ہے۔ اس لئے کہ انسانی زندگی پر، ان کی معاشی معاملات پر، ان کے دینی اور دنیاوی حالات کی درستگی میں کرنسی کے گہرے اثرات ہوتے ہیں۔

ایک حدیث میں مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بغیر ضرورت مسلمانوں کے رائج سکہ کو توڑنے سے منع فرمایاہے۔[22]

اس حدیث میں سکے سے مراد ڈھلے ہوئے دراہم اور دنانیر ہیں اور سونے چاندی کی ہر چیز کو سکہ کہہ دیتے ہیں اس لیے کہ وہ لوہے کے ذریعے سے ڈھلی ہوتی ہے۔[23].

اور "الجائز" سے مراد معاملات میں رائج۔[24]

تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لین دین میں رائج اور حاکم کی طرف سے منظور شدہ سکوں کو توڑنے سے منع فرمایا۔

تاہم اگر کوئی ایسی وجہ ہو جس کی بناء پر اس کو توڑنا ضروری ہو جائے تو اس کی اجازت ہے، مثلا سکے ناقص ہوں یا ان کے عمدہ ہونے میں شک ہو۔(25)

اس لئے کہ بلاضرورت سکوں کو توڑنا مال کا ضیاع ہے اور رائج سکوں کی مقدار میں کمی کا باعث ہے۔(26)

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں، "بلاضرورت اس کو کو توڑنا مکروہ ہے کیوں کہ بلا ضرورت مال کو کم کرنا حماقت ہے۔(27)

نیز جب سکے اپنی صحیح ہو اور اپنی حقیقت کو پر قائم ہو اور ان کے فوائد بھی ظاہر ہو ٹون کو ڈ توڑنے سے وہ سامان بن جائیں گے، اور انکا اصلی فائدہ ختم ہو جائے گا اور یہ صورت حال عوام کے لیے نقصان دہ ہو گی اسی لیے اس کو توڑنا حرام ہے۔(28)

نیز شعیب علیہ السلام کی قوم کے اس جملے کی یہ تفسیر کی گئی ہے (او ان نفعل في اموالنا مانشاء) کہ حضرت شعیب علیہ السلام اپنی قوم کو دراہم اور دنانیر کو توڑنے اور ان کے ٹکڑے کرنے سے روکا کرتے تھے۔ یہ تفسیر متقدمین مفسرین کی ایک جماعت سے نقل گئی ہے جیسے سعید بن مسیب اور امام مالک رحمہ اللہ وغیرہ۔(29)

اسلاف کی ایک جماعت سے نقل کیا گیا کہ دراہم اور دنانیر کو توڑنا فساد فی الارض کے قبیل سے ہے، اور قرآن پاک کی آیت (ولا تفسدوا في الارض بعد اصلاحها) کی تفسیر میں عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ سے یہی نقل کیا گیا ہے۔(30)

اور عطاء بن ابی رباح رحمہ اللہ سے (31).

سعید بن مسیب رحمہ اللہ سے سکے توڑنے کے متعلق پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا کہ یہ فساد فی الارض ہے۔(32)

امام احمد بن حنبل رحمتہ اللہ علیہ سے سکے توڑنے کے متعلق پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا کہ میرے خیال میں یہ فساد فی الارض ہے۔(33)

شرعی نصوص اور علماء کے یہ اقوال ان سکوں کے توڑنے یا کاٹنے سے متعلق ہیں جو مسلمانوں کے مابین رائج ہوں۔

لیکن ایسے دراہم ہوں جو ماضی میں کسی بادشاہ کی طرف سے چلائے گئے ہوں لیکن بعد ازاں وہ ممنوع قرار دے دیئے گئے ہو تو انہیں توڑنا یا کثیر منافع کی خاطر چاندی نکالنے کے لیے انہیں پگھلانا جائز ہے۔(34).

جہاں تک تعلق ہے کرنسی میں ملاوٹ کر کے رائج کر دینے کا تو اس کا گناہ کرنسی توڑنے سے کم نہیں ہے، اس لیے کہ دھوکہ بازی اور جعل سازی کی سزا شریعت اسلامی میں بہت واضح ہے۔ امام غزالی رحمہ اللہ ظلم کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ "انسان کے گناہ گار ہونے کے لیے یہ بات کافی ہوتی ہے کہ اسے ظالم کہاں جائے". وہ فرماتے ہیں کہ "زر میں کھوٹے دراہم ملا کر رائج کر دینا ظلم سمجھنا ہے اس لیے کہ اگر لینے والا لا واپس ہوا تو اس کا لیکن نقصان ہے گر وہ سے ماخوذ ہیں تو وہ دوسروں کو دیکھا اسی طریقے سے تیسرا پھر چوتھا۔ کھوٹی کرنسی لوگوں میں رائج ہو جائے گی ہر طرف فساد پھیل جائے گا، جس کا نقصان اسی پہلے شخص کو ہو گا جس نے اس کا دروازہ کھولا تھا۔(35)

اسی لئے فقہاء نے کرنسی کے مٹیریل اور بنیاد کی سلامتی کے حوالے سے عمومی احکامات بیان کیے ہیں۔

ماوردی فرماتے ہیں.

معتبر اور چلنے کے قابل وہی سکے ہیں جو کھوٹ سے خالی ہوں، اس لحاظ سے سرکاری ضرب شدہ سکے چاندی سونے کے ٹکڑوں کی بنسبت زیادہ قابل اطمینان ہوتے ہیں ان میں مہر کی وجہ سے کھوٹ شامل کرنے کا احتمال نہیں رہتا، لہذا اگر بیع وشراء میں قیمت مطلقا بولی جائے یا تلف شدہ اشیاء کی قیمت لگائی ہو تو یہی سرکاری نقود مراد ہوں گے.([36])

"تو اس سے یہ واضح ہوتا ہے کہ اسلام میں زر کے معاملات اور حالات کو کتنی اہمیت حاصل ہے، اور اسلام نے زر کی سلامتی، اور اس کے استحکام پر کتنی توجہ دی ہے، یعنی اسے خراب اور ضائع کرنے والوں سے کتنی سختی سے نمٹا ہے، اور ایسے لوگوں کے لیے یہ کتنی سخت سزا کا قائل ہے، تاکہ اس کی وجہ سے کرنسی کے اجراء اور معیار اور مقدار کے حوالے سے ریاست کے نظام میں خلل نہ آئے جس کے نتیجے میں معاملات مصطرب نہ ہو اور ذریعہ لین دین پر لوگوں میں بداعتمادی پیدا نہ ہو۔

ج۔ "زر" کو توڑنے یا کھوٹا کرنے پر سزا کا ترتب

اپنے مال کی حفاظت اور اس کا تحفظ اور اس کو ضائع ہونے سے بچانا اور ایسا کرنے والوں کو سزا دینا اور اس پر جرمانہ عائد کرنا اسلام کے بنیادی اور دائمی اصولوں میں سے ہے۔

بلاشبہ کرنسی مال کا ایک اہم اور بڑا حصہ ہے درحقیقت کرنسی ہی اصل سرمایہ ہے۔ اشیائے فروخت کا ثمن سامان اور خدمات کی قیمتیں دراصل یہی کرنسی ہے اور دنیا کے اکثر معاملات کی بنیاد ہے۔

اور اس سے پہلے سکوں کو توڑنے، انہیں کاٹنے یا ان میں ملاوٹ کرنے کے سنگین گناہ کو ذکر کیا گیا اور اسے گناہ اور فساد فی الارض اور عوام الناس کے ساتھ ظلم قرار دیا گیا، بلکہ بعض علماء نے تو ایسے شخص کی گواہی کو ناقابل قبول قرار دیا ہے، چناچہ عبدالرحمن بن قاسم رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ "جس شخص نے سکوں کو توڑا اسکی گواہی ناقابل قبول ہے اور اگر وہ ناواقفیت کا عذر پیش کرے تو اس کا یہ عذر بھی قابل قبول نہیں ہے کیونکہ یہ عذر کی جگہ نہیں ہے۔([37])

ابن عربی اس پر لکھتے ہیں کہ "اس کی گواہی اس لئے قابل قبول نہیں ہے کہ اس نے گناہ کبیرہ کا ارتکاب کیا ہے اور گناہ کبیرہ کے ارتکاب سے عدالت ساقط ہو جاتی ہے. اور ابن قاسم کا یہ کہنا کہ اسکا لاعلمی کا عذر قابل قبول نہیں ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ معاملہ کسی پر مخفی نہیں ہے اور کیونکہ عذر وہاں قبول ہوتا ہے جہاں سچائی واضح ہو مگر سچائی کی وجوہات پوشیدہ ہوں، اور اللہ اپنے بندوں کے معاملات کو بہتر جانتا ہے، مالک رحمۃ اللہ علیہ نے بھی یوں فرمایا([38])

چنانچہ حاکم اسے اسکے اس فعل پر مناسب سزا دے گا تاکہ دوسروں کے لئے عبرت ہو مثلا اسے کوڑے لگائے یا اس طرح کی کوئی اور سزا۔

کوڑوں کی دلیل یہ ہے۔ کہ سعید بن مسیب کے بارے میں مروی ہے کہ ان کا گزر ایسے شخص پر سے ہوا جسے کوڑے لگائے گئے تھے تو انہوں نے پوچھا اسے کیا ہوا تو لوگوں نے انہیں بتایا کہ دراہم اور دنانیر کو توڑتا تھا تو انہوں نے فرمایا کہ یہ فساد فی الارض ہے اور انہوں نے کوڑے مارنے کو ممنوع قرار نہیں دیا۔([39]).

ایک ہاتھ کاٹنے کی سزا کی دلیل یہ ہے کہ "مروان بن حکم نے ایک ایسے شخص کو پایا جو دراہم کو توڑ رہا تھا تو انہوں نے

اس کا ہاتھ کاٹ دیا جب بعد میں یہ بات زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کو پہنچی تو انہوں نے فرمایا کہ اس نے اپنے عمل کی سزا پائی۔([40])

امام احمد بن حنبل نے مروان کے اس فعل کے متعلق فرمایا کہ اس کے زمانے میں درہم ہموزن ہوتے تھے اور بغلی درہم بڑے ہوا کرتے تھے اور لوگ ان دراہم کو دائیں بائیں سے کاٹ لیتے تھے اور کامل دراہم کے ساتھ ملا کر خرچ کر دیتے تھے۔([41])

ماوردی فرماتے ہیں کہ بنو امیہ کے گورنر سکوں کو توڑنے کے معاملے میں بہت سختی کیا کرتے تھے چنانچہ مروان بن حکم نے ایک ایسے شخص کو پکڑا جو فارس کے دراہم کو کاٹ رہا تھا سمجھنا ہے انہوں نے سکہ اتار دیا، لیکن یہ محض ظالم ہے اس کی کوئی تاویل نہیں ہو سکتی۔([42])

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ سے کہا گیا کہ عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ تشریف لائے انہوں نے ایک ایسے آدمی کو پایا جو دراہم کاٹتا تھا تو انہوں نے اس کا ہاتھ کاٹ دیا، تو احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اس وقت درہم گنتی کر کے بغیر وزن کے اس لیے ابن زبیر نے درہم کاٹنے کو چوری شمار کیا، اور یہ انہوں نے سزا میں سختی کی تھی۔([43])

مارنے اور تشہیر کرنے کے متعلق واقدی نے نقل کیا ہے کہ جب ابان بن عثمان مدینہ کے گورنر تھے تو انہوں نے درہم کاٹنے والے کو سزا دی اور اسے 30 کوڑے لگائے اور شہر کا چکر لگوایا، واقدی کہتے ہیں ہمارے نزدیک یہ سزا اس شخص کو دی گئی تھی جس نے انہیں توڑ کر اس میں کھوٹ ملایا تھا۔([44])

ماوردی کہتے ہیں اگر واقعہ واقدی کی نقل کے مطابق درست ہے تو ابان بن عثمان نے کچھ ظلم نہیں کیا تھا، کیونکہ اس نے تعزیر کی حد سے تجاوز نہیں کیا تھا، اس قسم کی جعلسازی میں تعزیر ضروری ہے۔([45])

ابو یعلی فرماتے ہیں "یہ سزا اس شخص کو دی گئی تھی جس نے کھوٹ شامل کیا تھا کیوں کہ یہ جعلسازی ہے اس لیے ابان اس سزا میں حق پر تھے، کیوں کہ یہ مال میں کمی کرنا ہے اور یہ حماقت ہے کیوں کہ اس کی ضرورت نہیں تھی۔([46])

اسی طرح عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ کے متعلق مروی ہے کہ جب وہ مدینہ کے گورنر تھے تو ان کے پاس ایک ایسے شخص کو لایا گیا جو درہم کاٹتا تھا، تو انہوں نے اس پر گواہی قائم کی اور اسے مارا اور اسے گنجا کر دیا اور لوگوں کے پاس اسے چکر لگانے کا حکم دیا، اور اسے یہ کہنے کا کہا مجھے اس شخص کی سزا ہے جو درہم کو کاٹے، پھر حکم دیا کہ اس کو میرے پاس واپس لایا جائے، اور اسے کہا کہ میں نے تیرا ہاتھ صرف اسی لئے نہیں کاٹا کہ اس سے پہلے اس طرح کا معاملہ میرے پاس نہیں آیا، جو کہ اب یہ معاملہ میرے پاس ایک دفعہ آچکا ہے، اب بعد میں آنے والے حکمران ہاتھ کاٹ سکتے ہیں۔([47]).

ابن عربی فرماتے ہیں "کوڑے کے ساتھ اسے سزا دینے میں کسی کا اختلاف نہیں ہے, جہاں تک تعلق ہے اس کے بال کاٹنے کا تو عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے یہ طریقہ اختیار کیا تھا، اور میں جب قاضی تھا تو میں لوگوں کو مارتا بھی تھا اور بال بھی کترتا تھا، اور یہ عمل میں ان لوگوں کے ساتھ کرتا تھا جو اپنے بال گناہ کے لیے بڑھاتے ہیں یا غیر اخلاقی طور پر خوبصورتی اختیار کرنے کا ذریعہ بناتے ہیں۔ اسی طرح تمام میں یہی طریقہ اختیار کیا جائے مگر بال کاٹنے کے اثرات بدن تک نہ پہنچیں، اور جہاں تک تعلق ہے ہاتھ کاٹنے کا تو عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ انہوں نے ایسے ہی کیا تھا چوری کو جڑ سے اکھاڑنے کے لیے، اس لیے کہ دراہم کے کاٹنے اور توڑنے میں فرق ہے اس لیے کے توڑنے سے وصف اور حالت میں بگاڑ آتا ہے جبکہ کاٹنے سے مقدار کم ہوتی ہے، للہذا کاٹنے کی

صورت میں گویا پوشیدگی سے کسی کا مال لینا ہوا۔ اگر کوئی یہ کہے کہ یہ مال محفوظ نہیں تھا، جبکہ ہاتھ کاٹنا مال محفوظ میں ہوتا ہے، تو ہم یہ کہیں گے کہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی رائے یہ تھی کہ درہم اور دینار کو الگ الگ لوگوں کے لیے تیار کرنا یہ مال محفوظ ہونے کی علامت ہے۔ اور ہر چیز کی حفاظت اس کے حساب سے ہوتی ہیں، اور عمر فاروق کے بعد ابن زبیر رضی اللہ عنہ بھی اسی حکم کو نافذ کیا اور درہم اور دینار کاٹنے والوں کے ہاتھ کاٹے۔

ہمارے مالکی علماء کا کہنا یہ ہے کہ درہم اور دنانیر اللہ کی مہریں ہیں اور ان پر اللہ کا نام ہوتا ہے، تو اس رائے کے مطابق اگر کسی ایسے شخص کا ہاتھ کاٹا جائے جس نے اللہ کا نام توڑا تو وہ اسی کا اہل ہے، اس لیے کہ اللہ کے مہر کو توڑنے والا اسی لائق ہے، اس لیے کہ جس نے ایسی شاہی مہر توڑی جس پر بادشاہ کا نام تھا تو اسے سزا دی جائے گی، اور اللہ کی مہر سے لوگوں کی تمام ضروریات پوری کی جاتی ہے لہٰذا دونوں کی سزا برابر نہیں ہو سکتی۔ (48)

قاضی ابن عربی فرماتے ہیں، "دراہم کے کاٹنے پر ہاتھ کاٹنا نہ کہ توڑنے پر۔ میں اپنے عہدہ قضا کے ایام میں اسی پر عمل کرتا رہا ہوں۔ تاہم میں جاہل طبقے میں گھرا ہوا تھا، اس لئے میں گمراہ حاسدین کے اعتراضات کی وجہ سے اس پر پورا عمل نہیں کر سکا، لیکن آج اگر کوئی اہل حق اس پر قادر ہو تو اسے یہ کام نیک نیتی کے ساتھ کرنا چاہیے۔ (49)

اسی طرح ہم مسلمان اور حکمرانوں کی طرف سے کرنسی پر توجہ اور اسے ضائع کرنے والوں یا خراب کرنے والوں پر یا انہیں ان کے صحیح مقاصد میں استعمال نہ کرنے والوں پر سختی کیا کرتے تھے، اور انہیں عبرتناک سزا دیا کرتے تھے۔

خلاصہ

آجکل دھاتی کرنسی کا رواج اور لین دین تقریباً ختم ہو چکا ہے، اور اسکی جگہ قانونی کاغذی کرنسی کے ذریعے لین دین کا رواج ہے، اور یہ کاغذی کرنسی اکثر علماء کے ہاں شرعی طور پر معتبر بھی ہے، اور تمام ممالک میں اسے بہت اہمیت حاصل ہے، اسی لیے اس کرنسی کے کھرے پن، اس کی عمدگی، اور ملاوٹ اور کھوٹ سے اس کی حفاظت پر بہت توجہ دی جاتی ہے، اس کے لئے اعلی قسم کا کاغذ استعمال کیا جاتا ہے، اور اس پر نمایاں علامات لگائی جاتی ہیں، اور جعلی کرنسی کی جانچ کے لئے جدید الات درآمد کیے جاتے ہیں، لہٰذا اس کاغذی کرنسی کے اوپر شرعی احکامات بھی لاگو ہوتے ہیں، لہٰذا اس کرنسی کو ضائع کرنے والوں، تلف کرنے والوں یا اس میں ملاوٹ اور کھوٹ کرنے والوں پر وہی سابقہ دنیاوی اور اخروی سزائیں لاگو ہوں گی۔ اسی طرح وہ تمام لوگ جب بغیر کسی ضابطے کے زائد از ضرورت کرنسی تیار کرتے ہیں، یا اس کی قیمت میں تبدیلی کرتے ہیں، یا اشیاء، خدمات، ضروریات، حاجیات اور تحسینیات پر کنٹرول اور ان کی ذخیرہ اندوزی کے ذریعے سے کرنسی کے استحکام یا ان کی قیمتوں میں اتار چڑھاؤ کا ذریعہ بنتے ہیں وہ بھی اس سزا کے مستحق ہیں۔ اس لئے کی یہ معاملات افراط زر، معاشی عدم استحکام کا باعث بنتے ہیں جس کا نتیجہ کرنسی کی قوت خرید میں عدم استحکام اور اس پر بداعتمادی کی صورت میں نکلتا ہے۔

لہٰذا اسلامی ریاست اس طرح کے کسی بھی معاملے میں ملوث افراد کو سزا دینے کی پابند ہے جو دوسروں کے لیے تنبیہ اور عبرت کا ذریعہ ہو تاکہ لوگوں کے حقوق کی حفاظت ہو سکے، اور قیمتیں مستحکم رہیں۔

حوالہ جات

1۔ محمد زکی شافعی، مقدمہ فی النقود والبنوک، ص ۳۴۴

2۔ الزھار، محمد حامد، النقود والبنوک والتجارۃ الخارجیۃ، نشر مکتبۃ الجلاء بالمنصورۃ، مصر، ۱۹۸۴م، ص ۲۳۵

3۔ محمد حامد دویدار، عادل حشیش، مبادیٔ الاقتصاد النقدی والمصرفی، ص ۲۱۰

4۔ محمد زکی شافعی، مقدمہ فی النقود والبنوک، ص ۳۴۴

5۔ عادل حشیش، مبادیٔ الاقتصاد النقدی والمصرفی، ص ۲۱۱۔ ۲۱۲

6۔ صبحی قریصۃ، النقود والبنوک، ص ۱۴۷

7۔ فؤاد ھاشم عوض، اقتصادیات النقود، ص ۱۶۱

8۔ محمد حامد الزھار، النقود والبنوک التجارۃ الخارجیہ، ص ۲۴۸

9۔ عبد الرحمن یسری احمد، اقتصادیات النقود، ص ۸۷

10۔ الشیزری، عبد الرحمن بن نصر، نھایۃ الرتبۃ فی طلب الحسبۃ، تحقیق، السید العرینی، نشر دار الثقافۃ، بیروت، ص ۱۵

11۔ ابن قیم الجوزیہ، الطرق الحکمیہ، ص ۲۴۰

12۔ البلاذری، فتوح البلدان، ص ۴۵۱

13۔ ابو یعلی، محمد بن الحسین الفراء الحنبلی، الاحکام السلطانیۃ، نشر دار الفکر، ط / الثالثۃ ۱۳۹۴ھ، ۱۹۷۴م، شرکۃ مکتبۃ احمد بن سعد بن نبھان، اندونیسیا، ص ۱۸۱

14۔ ابو یعلیٰ، الاحکام السلطانیہ، ص ۱۸۱

15۔ النووی، یحیی بن شرف بن مری، ابو زکریا محیی الدین، روضۃ الطالبین وعمدۃ المفتین، اشراف زھیر الشاویش، نشر المکتب الاسلامی، بیروت، دمشق، ط / الثانیۃ ۱۴۰۵ھ، ۱۹۸۵م، ص ۲ / ۵۸

16۔ ابن خلدون، المقدمہ، ص ۵۲۶

17۔ ابن خلدون، المقدمہ، ص ۳۶۵۔ ۳۶۶

18۔ المقریزی، اغاثہ الامہ، ص ۴۷

19۔ مجلہ البحوث الاسلامیہ الصادرہ عن الرئاسہ ادارات البحوث العلمیہ والافتاء والدعوہ والارشاد، الریاض، السعودیہ، العدد الازل من المجلد الاول، عام ۱۳۹۵، ص ۲۰۸ بما بعدھا

20۔ السدیری، فیصل عبد الرحمن، المملکۃ العربیۃ السعودیۃ وتطورھا الاقتصادی ط / الاولی، ۱۳۸۷ھ، ۱۹۶۷م، ص ۱۰۰۔ ۱۰۱

21۔ الکفراوی، عوف محمد النقود والمصارف فی النظام الاسلامی، دار الجامعات المصریۃ، الاسکندریۃ، ص ۱۱۲

22۔ ابن ماجہ، سنن ابن ماجہ، ابواب التجارات، باب النھی عن کسر الدراھم والدنانیر، ۲ / ۳۶

23۔ ابن اثیر، النھایہ، ۲ / ۳۸۴

24۔ الشوکانی، محمد بن علی بن محمد، نیل الاوطار شرح منتقی الاخبار من احادیث سید الاخیار، نشر دار الفکر، بیروت، لبنان، ط / الاولی ۱۴۰۲، ۱۹۸۲م، ۵ / ۳۳۹

25۔ ابن الاثیر، النھایہ، ۱ / ۹۰

26۔ الشوکانی، نیل الاوطار، ۵ / ۳۳۹

27۔ الماوردی، الاحکام السلطانیہ، ص ۱۹۸

28۔ ابن العربی، احکام القران، ۳ / ۱۰۶۴

29۔ ابن العربی، احکام القران، ۳ / ۱۰۶۳

30۔ ابن العربی، احکام قرآن، ۳/۱۰۶۳

31۔ وکان في المدینہ تسعہ رھط یفسدون في الارض ولا یصلحون، سورہ النمل، ۴۸) کی تفسیر میں نقل کیا گیا ہے کہ مجھے یہ بات پہنچی کہ وہ لوگ درہم ودنانیر کو توڑا کرتے تھے یہی فساد فی الارض ہے۔(ابن العربي، احکام القران، ۳/۱۰۶۴

32۔ ابن العربي، احکام القران، ۳/۱۰۶۴

33۔ الماوردی، الاحکام السلطانیہ، ص ۱۸۲

34۔ الشوکانی، نیل الاوطار، ۲/۷۵

35۔ الغزالی، احیاء علوم الدین، ۲/۷۵

36۔ الماوردی، الاحکام السلطانیہ، ص ۱۹۷

37۔ ابن عربی، احکام القرآن، ۳/۱۰۶۵

38۔ ابن عربی، احکام القران، ۳/۱۰۶۵

39۔ ابن عربی، احکام القران، ۳/۱۰۶۵

40۔ البلاذری، فتوح البلدان، ص ۴۵۲

41۔ ابو یعلي، الاحکام السلطانیہ، ص ۱۸۳

42۔ ابو یعلیٰ، الاحکام السلطانیہ، ص ۱۹۷

43۔ ابو یعلیٰ، الاحکام السلطانیہ، ص ۱۹۷

44۔ البلاذري، فتوح البلدان، ص ۴۵۲

45۔ الماوردي: الاحکام السلطانیہ، ص ۱۹۷

46۔ ابو یعلیٰ، الاحکام السلطانیہ، ص ۱۸۴

47۔ القرطبی، الجامع لاحکام القرآن، ۹/۸۸-۸۹

48۔ ابن العربی، احکام القرآن، ۳/۱۰۶۵-۱۰۶۶

49۔ ابن العربی، احکام القرآن، ۳/۱۰۶۶